حدیث

﴿حب الوطن من الایمان﴾

ایک تحقیقی جائزہ

وطن اس مکان یا جگہ کا نام ہے جہاں انسان اقامت پذیر ہوتا ہے، انسان جب اس جگہ پر اپنی قیمتی زندگی کا کچھ اہم حصہ گزار لیتا ہے تو اسے اس جگہ اور وہاں کی عمارتوں اور اس کے گردونواح رہنے والے افراد سے فطری طور پر کافی انسیت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے، اسی لئے جب کوئی انسان کسی ضرورت کے پیش نظر وطن سے دور ہوتا ہے تو اس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ جلد سے جلد اپنے وطن عزیز کو واپس ہو جائے، اور اس محبت میں کوئی قباحت بھی نہیں کیونکہ اس کا ثبوت صحیح حدیث نبوی سے ملتا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو وطن سے محبت کرنے کا حق دیا ہے۔ وطن سے محبت کرنے کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہوئیں ہیں ان میں سے ایک حدیث مشہور **"حب الوطن من الایمان"** بھی ہے، جس کا معنی ہے "وطن سے محبت ایمان کی علامت ہے" بعض علمائے کرام آج بھی اسے اپنے مقالوں یا تقریروں میں وطن سے محبت کرنے کے تعلق سے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، میں علمائے حدیث کے اقوال زریں کی روشنی میں اس حدیث کا حکم واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔ آیا حدیث صحیح ہے یا حسن؟ ضعیف ہے یا موضوع؟ تا کہ ان پر ظاہر و باہر ہو جائے کہ اس حدیث کو اپنے موقف کے لئے دلیل بنانا کہاں تک صحیح ہے اور کہاں تک غلط۔ انشاء اللہ آنے والی سطروں میں پہلے اس حدیث کے بارے میں جرح کرنے والے محدثین کے اقوال ادنی سے اعلی کی طرف ارتقاء کرتے ہوئے ترتیب کے ساتھ پیش کرونگا۔ پھر ان علمائے محدثین کے اقوال ذکر کرونگا جنہوں نے اس حدیث کی کسی ناحیے سے توثیق کی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ان کی اصطلاحات مثلاً "لا اُصل لہ" وغیرہ کے معانی صاف الفاظ میں بیان کروں گا تا کہ قارئین کرام کو آسانی کے ساتھ بحث سمجھ میں آ جائے۔

فارجو اللہ تعالی ان یھدینا الی سواء الطریق بجاہ سیدنا محمد ﷺ۔ آمین۔

مگر حدیث مذکور کے بارے میں علمائے حدیث کے اقوال ذکر کرنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ حدیث مشہور کا حکم بیان کر دوں، کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ حدیث کے ساتھ مشہور کا لفظ سنتے ہیں تو اپنی نادانی کی وجہ سے ان کا ذہن یہی کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے کیونکہ حدیث کے مشہور ہونے کو صحت لازم نہیں۔ مندرجہ ذیل میں حدیث مشہور کی تعریف اور اس کے اقسام مثال کے ساتھ سہل انداز میں بیان کرتا ہوں:

حدیث مشہور کی تعریف: امام المحدثین ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ھو الحدیث الذی روی بطرق محصورة باکثر من اثنین ولم یبلغ حد التواتر**۔ ترجمہ: حدیث مشہور وہ حدیث ہے جس کے روای معین اور محدود ہوں اس طور سے کہ ہر طبقہ میں دو سے زیادہ روای ہوں اور ان راویوں کی تعداد حد تواتر تک نہ پہونچی ہو۔ (۱)

حدیث مشہور کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم: جس کے طرق دو سے زائد ہوں۔ اس قسم کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) حدیث صحیح: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے وہ مرفوعا روایت کرتے ہیں: **ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جهالا ، فسئلوا فافتوا بغير علم فضلو و أضلوا. أخرجه البخارى ومسلم وغيرهما۔**

(ب) حدیث حسن: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **طلب العلم فريضة على كل مسلم. أخرجه ابن ماجه فى سننه۔**

(ج) حدیث ضعیف: **اطلبوا العلم ولو بالصين. أخرجه البخارى فى تاريخه وغيره ۔〈۲〉**

دکتور مصطفیٰ محمد ابو عمارۃ استاذ الحدیث جامعۃ الازہر الشریف کی تحقیق کے مطابق اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ حدیث حسن ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (**النكت البديعات**) میں فرمایا ہے۔ کیونکہ اس کے متعدد ضعیف طرق ہیں جس کی وجہ سے وہ حدیث درجۂ ضعف سے ارتقاء کر کے حسن تک پہونچ جاتی ہے۔

دوسری قسم: وہ حدیث جو لوگوں کی زبان زد ہو خواہ اس کی ایک سند ہو یا ایک سے زائد بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حدیث مشہور تو ہوتی ہے مگر اس کی کوئی سند ہی نہیں ہوتی۔ 〈۳〉

اس قسم کی بعض مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) حدیث صحیح: **المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده ، والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه۔ اخرجه البخارى ومسلم رحمهما الله تعالىٰ۔**

(ب) **حديث حسن: المستشار مؤتمن ۔ اخرجه الترمذى و حسنه ۔**

(ج) حدیث ضعیف: **نية المؤمن خير من عمله. اخرجه الطبرانى و غيره.**

(د) حدیث موضوع: **الباذ نجان لما أكل له** ۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اس جیسی اور دوسری حدیثوں کو مثال میں پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **كلها باطلة لا أصل له.** یعنی یہ ساری حدیثیں باطل موضوع ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔ 〈۴〉

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **و قد يشتهر بين الناس احاديث هى موضوعة بالكلية و ذلك كثير جدا** ۔ ترجمہ: اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بہت سی حدیثیں لوگوں کے درمیان مشہور ہوتی ہیں جو موضوع ہوتی ہیں اور یہ کثرت سے پائی جاتی ہیں 〈۵〉

مذکورہ بالا بیان سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ حدیث مشہور صرف صحیح نہیں ہوتی بلکہ حسن ضعیف اور موضوع بھی ہوتی ہے۔

اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں:

حدیث :**حب الوطن من الایمان** ،کے بارے میں علمائے محدثین کے مختلف اقوال ملتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(ا)ان علمائے محدثین کے اقوال جنھوں نے حدیث مذکور کے بارے میں ''**لم اقف علیه**''یا اس کے ہم معنی قول کیا ہے :

(الف)امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :حدیث :**حب الوطن من الایمان ـ لم أقف علیه(٦)**

(ب)امام بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ تعالی بھی اس کے قائل ہیں چنانچہ ابوالمحاسن محمد بن خلیل القاوقجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :حدیث : **حب الوطن من الایمان ـقال الزرکشی کا لسخاوی: لم اقف علیه (٧)**

(ج)علامہ مرعی بن یوسف کرمی مقدسی از ہری حنبلی فرماتے ہیں :حدیث ''**حب الوطن من الایمان ، قال بعضهم :لم أقف علیه(٨)**

(د)امیر المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**حب الوطن من الایمان ـ لم یعرف ـ (٩)**

(ہ)علامہ نورالدین ابوالحسن سمہودی رحمہ اللہ فرماتے ہین: **حدیث : حب الوطن من الایمان .قال الحافظ ابن حجر : لم أقف علیه(١٠)**

(و)امام زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہین: **حب الوطن من الایمان . لا أعرفه.(١١)**

علماء محدثین کے نزدیک ''لم اقف علیه'' کا معنی و مفهوم:

''**لم اقف علیه**'' اوراس کے مثل دوسرے الفاظ مثلا''**لا أعرفه**'' ''**لم أجد له أصلا**''''**لایعرف**'' وغیرہ اگر کسی مشہور و معروف ناقد سے کسی حدیث کے بارے میں صادر ہوا ہو اور اس پر کسی نے تعقب نہ کیا ہو تو وہ حدیث موضوع قرار دی جائے گی ـامام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**قال الحافظ ابن حجر رحمه الله : اذا قال الحافظ المطلع الناقد فی حدیث : لا أعرفه، اعتمد ذلک فی نفیه ،** ترجمہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :جب کوئی حافظ حدیث ناقد جس کی حدیثوں پر نظر ہو کسی حدیث کے بارے میں کہے ''**لا اعرفه**'' تو اس ناقد کے قول پر اعتماد کرکے اس حدیث کی نفی کر دی جائے گی ـیعنی وہ حدیث موضوع قرار دی جائے گی کیونکہ اس حدیث کی حضور ﷺ سے کوئی اصل نہیں .

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ امام المحدثین ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :**لأنه بعد تدوین الأخبار والرجوع الی الکتب المصنفة ، یبعد عدم الاطلاع من الحفاظ الجهبذة علی ما یورده غیره ، فالظاهر عدمه** ترجمہ: کیونکہ احادیث کی تدوین ہو چکی ہے ،اور علماء نے اسے اپنی مصنفات میں محفوظ کر دیا ،تو اب فن حدیث کے عالم و ناقد سے بہت بعید ہے کہ حدیث کی اصل ہو اور وہ اس پہ مطلع نہ ہو سکے ـلہذا کسی ناقد کا حدیث پر مطلع نہ ہونا ظاہر طور پر اس بات پر دلیل ہے کہ اس حدیث کا وجود نہیں ـ (١٢)

دوسری جگہ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**وفی جمع الجوامع '' لابن السبکی أخذ امن المحصول وغیره : من المقطوع بکذبه ما نقب من الأخبار ولم یوجد عند أهله من صدور الرواة و بطون**

الکتب، وکذا قال صاحب المعتمد. قال العز بن جماعة: وھذا قد ینازع فی افضائه الی القطع، وانما غایته غلبة الظن ۔ترجمہ:جس حدیث کے بارے میں تحقیق وتدقیق کی گئی اور وہ اہل فن کے پاس جنھوں نے اپنے سینوں میں حدیثیں محفوظ کر رکھی ہیں اور مصنفات میں نہ مل سکیں تو اس حدیث کا موضوع ہونا قطعی ہے۔ایسا ہی صاحب ''المعتمد'' نے بھی فرمایا ہے،امام عز بن جماعۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:ایسی صورت میں یہ کہنا کہ حدیث قطعی طور پر موضوع ہے قابل قبول نہیں،ہاں ظن غالب ضرور ہے کہ وہ حدیث موضوع ہے 〈۱۳〉

اسی کے قائل امام ابن عراق الکتانی اور حافظ علائی رحمہما اللہ بھی ہیں۔اس باب میں جن علمائے حدیث ونقاد کے اقوال پر اعتماد کیا جائے گا ان میں سے بعض کے اسماء ذکر کئے جاتے ہیں۔بعض متقدمین کے اسماء یہ ہیں:امام احمد بن حنبل،علی بن المدینی،یحیی بن معین وغیرہم۔عبدالفتاح ابوغدۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:ان متقدمین کی طرح بعض متاخرین بھی ہیں جن کے اقوال پر اعتماد کیا جائے گا مثلا:حافظ ضیاء المقدسی،ابن الصلاح،ابن حجر،سخاوی،سیوطی وغیرھم رحمھم اللہ تعالیٰ〈۱۴〉

(۲) ان علمائے محدثین کے اقوال جنھوں نے حدیث مذکور کے بارے میں **''لا اصل له''** کا قول کیا ہے:

(الف)علامہ علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:حدیث:**حب الوطن من الایمان، لا أصل له عند الحفاظ۔** 〈۱۵〉

(ب)عبدالعزیز بن محمد فرماتے ہیں:**قال 〈ای الصغانی〉 ومنها 〈ای من الاحادیث الموضوعة〉 قولهم: حب الوطن من الایمان. قلت لا أصل له.**〈۱۶〉

محدثین کرام کی نزدیک''لا اصل له'' کا معنی و مفہوم:

اس کے مختلف اطلاقات ہیں اختصار کے ساتھ یہاں پر ذکر کرتا ہوں۔(الف) علمائے محدثین کبھی کہتے ہیں: **''ھذا الحدیث لا اصل له'' لا أصل له بھذا اللفظ '' لیس له اصل''** وغیرہ،اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ جس حدیث پر ان الفاظ کے ساتھ کلام کیا گیا ہے اس کی کوئی سند نہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **قولهم: ''ھذا الحدیث لیس له أصل أو لا أصل له، قال ابن تیمیة: معناه لیس له اسناد۔ انتھی۔** ترجمہ:محدثین کرام کا یہ کہنا:**ھذا الحدیث لیس له أصل**''یا یہ کہنا:''**لا أصل له**'' ابن تیمیہ نے کہا:اس کا معنی یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی سند نہیں 〈۱۷〉

عبدالفتاح ابوغدۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**واذا کان الحدیث لا اسناد له، فلا قیمة له ولا یلتفت الیه اذ الاعتماد فی نقل کلام سیدنا رسول الله ﷺ الینا، انما ھو علی الاسناد الصحیح الثابت أو ما یقع موقعه۔ وما لیس کذلک فلا قیمة له۔**

ترجمہ:جس حدیث کی کوئی اسناد نہ ہو اس حدیث کی کوئی قیمت نہیں،اس کا کوئی اعتبار نہیں،کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے اقوال و

افعال نقل کرنے میں صحیح اسناد یا جو اس کے قائم مقام ہو پر ہی اعتماد ہے، اور جو اس حد سے خارج ہو اس کی کوئی قیمت نہیں۔ (۱۸)

(ب) اور کبھی علمائے محدثین مسند حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: **ھذا الحدیث لا أصل له" یعنون به أنه موضوع مکذوب علی رسول الله ﷺ او علی الصحابی، أو علی التابعی، الذی أسند قوله الیه، وذلک بان یکون للحدیث سند مذکور، ولکن فی سنده کذاب أو وضاع أو دلالة صریحة، أو قرنیة ناطقة بکذب المنقول به، فقولهم فیه حینئذ: لا أصل له، یعنون به: کذب الحدیث، لا نفی وجود اسناد له۔**

ترجمہ: اور کبھی ان کے قول **"ھذا الحدیث لا أصل له"** سے مراد یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جو حضور ﷺ یا صحابی یا تابعی پر گڑھی ہوئی ہے اگر چہ اس حدیث کی سند بھی ہو، کیونکہ اس کی سند میں کوئی وضاع یا کذاب ہوتا ہے یا صراحۃ کوئی قرینہ اس کے موضوع ہونے پر دلالت کرتا ہے تو اس وقت ان کی مراد **"لا اصل له"** سے حدیث کا جھوٹی ہونا ہے نہ یہ کہ اس حدیث کی کوئی سند نہیں۔ (۱۹)

اس اطلاق کی مثال ہشام بن عمار الدمشقی ہے جس کے بارے میں ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **قال ابو داؤد: حدث هشام بأربع مأة حدیث مسند لیس لها أصل. انتهی. ونحوه فی میزان الاعتدال.**

ترجمہ: ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہشام نے ۴۰۰ حدیثیں اسناد کے ساتھ بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے (۲۰)

(ج) اور کبھی علمائے محدثین بولتے ہیں: **ھذا الحدیث لا اصل له فی الکتاب ولا فی السنة الصحیحة و الضعیفة" یعنون بذلک ان معناه ومضمونه غریب عن نصوص الشریعة کل الغرابة، لیس فیها ما یشهد لمعناه فی الجملة۔** ترجمہ: ان کے اس قول "**ھذا الحدیث لا اصل له فی الکتاب ولا فی السنة الصحیحة و الضعیفة**" سے مراد یہ ہوتی ہے کہ حدیث کا معنی و مضمون نصوص شرعیہ میں غریب ہے، اس میں کچھ ایسا نہیں جس سے حدیث بعینہ نہ سہی کم سے کم اس کا معنی ہی درست و ثابت ہو۔

(د) اور کبھی جہابذۂ حدیث فرماتے ہیں: **"لا أصل له فی الکتاب ولا فی السنة الصحیحة" یعنون ان معناه و ما یتضمنه لفظه، لم یرد فی القرآن الکریم ولا فی الحدیث الصحیح الثابت عن رسول الله ﷺ فالنفی منهم فی هذا متوجه الی نفی ثبوت مضمون الحدیث فی نصوص الشرعیة الثابتة، لا الضعیفة۔** ترجمہ: ان کے اس قول **"لا أصل له فی الکتاب ولا فی السنة الصحیحة"** سے مراد یہ ہوتی ہے کہ حدیث کا معنی قرآن اور صحیح حدیث میں وارد نہیں ہے، لہٰذا یہاں حدیث کے معنی و مضمون کی نفی قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہے، احادیث ضعیفہ سے اس حدیث کے وجود کی نفی ہے (۲۱)

(۳) **"موضوع"** یا **"لیس بحدیث"** کا قول کرنے والے علمائے کرام کے اقوال:

(الف)ابوالفضائل الحسن بن محمد الصاغانی رحمہ اللہ نے **"حب الوطن من الایمان"** کوموضوعات سے شمار کیا ہے، فرماتے ہیں: **ومنها قولهم ﴿ای من الاحادیث الموضوعة﴾: حب الوطن من الایمان ﴿۲۲﴾**

(ب)علامہ علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہین: **واما "حدیث حب الوطن من الایمان" فموضوع۔﴿۲۳﴾**

(ج)الحوت محمد بن درویش بن محمد فرماتے ہیں: **حدیث: "حب الوطن من الایمان" حدیث موضوع ﴿۲۴﴾**

(د)العامری احمد بن عبدالکریم الغزی فرماتے ہیں: **"حب الوطن من الایمان" لیس بحدیث ﴿۲۵﴾**

(ہ)امام ملاعلی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وقیل انه من کلام بعض السلف.﴿۲۶﴾**

"موضوع" و"لیس بحدیث" کا معنی و مفهوم: موضوع: سے مراد یہ ہے کہ حدیث گڑھی ہوئی ہے، حضور نبی کریم ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، اور **لیس بحدیث:** سے مراد یہ ہے کہ حدیث نہیں بلکہ کسی کا قول ہے۔

(۴)ان علمائے حدیث کے اقوال جنھوں نے **"حب الوطن من الایمان"** کے بارے میں فرمایا: **لم أقف علیه و معناه صحیح:**

(ألف)امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"لم اقف علیه و معناه صحیح"﴿۲۷﴾**

(ب)علامہ عبدالرحمٰن بن علی شیبانی شافعی اُثری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **حب الوطن من الایمان قال: شیخنا ﴿أی السخاوی﴾: "لم أقف علیه ومعناه صحیح"**. ظاہر ہے انہون نے اس قول میں اپنے استاذ مکرم کی اتباع کی ہے۔﴿۲۸﴾

(ج)علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"لم أقف علیه ومعناه صحیح"**۔﴿۲۹﴾ شاید انہوں نے بھی اس قول میں امام سخاوی رحمہ اللہ کی اتباع کی ہے۔

"لم اقف علیه و معناه صحیح" کا معنی ومفہوم: جب کوئی محدث یہ اصطلاح استعمال کرے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ اس محدث کو نہیں ملی، البتہ اس کے نزدیک شریعت اسلامیہ میں اس کی اصل موجود ہے۔

علمائے حدیث کا "حب الوطن من الایمان" کے معنی کو صحیح کهنے والے بعض علماء پر رد: علمائے حدیث نے حدیث کا معنی صحیح کہنے والوں کے قول کو رد کر دیا اور آیت کریمۃ سے ثابت کیا کہ اس حدیث کا معنی بھی صحیح نہیں ہے۔ رد کرنے والوں کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)امام ملاعلی قاری رحمہ اللہ اس قول کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ تو عجیب قول ہے اس حدیث کا معنی کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ حب وطن اور ایمان کے درمیان کوئی تلازم نہیں، کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ حب وطن پایا جائے مگر ایمان مفقود ہو جیسا کہ کفار وطن سے محبت کرتے ہیں مگر ان کا دل ایمان کی رمق سے خالی و عاری ہوتا ہے۔ اور اس پر کھلی ہوئی دلیل اللہ جل شانہ کا فرمان عالی شان ہے: **"ولو انا**

کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الاقلیل منھم“ ترجمہ:(اوراگرہم ان پرفرض کرتے کہ اپنے آپ کوقتل کردویااپنے گھربارچھوڑکرنکل جاؤ،توان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے)(**۳۰**) یہ آیت واضح طور پراس بات پردلالت کرتی ہے کہ منافقین کووطن سے محبت تھی اگرچہ ان کے پاس ایمان کاخزانہ نہیں تھا۔بعض لوگوں نے امام سخاوی رحمہ اللہ کی تائید کی اورفرمایا:ان کےقول سے مرادیہ نہیں ہے کہ وطن سے صرف مومن ہی محبت کرے گا بلکہ مرادیہ ہے کہ وطن سے محبت ایمان کے منافی نہیں۔

مگرامام ملاعلی قاری رحمہ اللہ اس تاویل کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:ظاہر ہے حدیث کامعنی یہی ہے کہ وطن سے محبت ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے،اوور حب وطن علامت اسی وقت بن سکتا ہے جبکہ وہ مومن کے ساتھ خاص ہو، اگراس کے اندربھی یہ خصوصیت پائی جائے اورکفار کے اندر بھی توحب وطن علامت ایمان نہیں بن سکتا۔اوراگرامام سخاوی رحمہ اللہ کاقول اس آیت کی طرف نظرکرتے ہوئے ہے جس میں اللہ تعالیٰ مومنوں کےقول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے: **وما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا۔** ترجمہ:(بولےہمیں کیاہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن سے)(**۳۱**)تواس کے معارض یہ آیت موجود ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا۔الأیة۔**

پھرآگےفرماتے ہیں:اگراس حدیث کے معنی کوصحیح مان لیا جائے تواظہر یہ ہے کہ اس سے مراد جنت ہے،یا مکہ شریف یااللہ کی طرف رجوع،یاوطن متعارف مگراس شرط کے ساتھ کہ محبت کاسبب صلہ رحمی ہو(**۳۲**)

(۲)علامہ منوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ما ادعاہ من صحة معناہ عجیب: اذ لا ملازمة بین حب الوطن وبین الایمان ویردہ قولہ تعالی: ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم ....** ترجمہ:حافظ سخاوی رحمہ اللہ تعالی کایہ دعوی کرنا کہ حدیث:حب الوطن.....کامعنی صحیح ہے بڑا عجیب وغریب ہے کیونکہ وطن کی محبت اورایمان کے درمیان کوئی تلازم نہیں،ان کےقول کوردکرنے کے لئے اللہ جل شانہ کایہ فرمان عالی شان کافی ہے:(**ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم**)(**۳۳**)

(۳)عالم جلیل عبدالعزیزبن محمدامام سخاوی رحمہ اللہ کےقول پرتعقب کرتے ہوئےفرماتے ہیں:**وقول السخاوی فی المقاصد معناہ: صحیح۔باطل لا یلتفت الیہ** ۔ترجمہ:اما سخاوی رحمہ اللہ کایہ فرمانا کہ ”**حب الوطن من الایمان**“ کامعنی صحیح ہے،قابل التفات نہیں(**۳۴**)

شیخ محمد جمال الدین قاسمی دمشقی نے ایک عالم کاقول نقل کیا جوخطباء کے درمیان احادیث مکذوبة کے ذکرکرنے کا کیسارواج ہے بیان کرنے کے بعدفرماتے ہیں:(**و ذلک کحدیث”حب الوطن من الایمان“ الذی لا یفھم منہ بعد التاویل والتحلیل الا الحث علی تفرق الجامعة الاسلامیة۔التی تنشد ضالتھا الآن۔فانہ یقضي بتفضیل مسلمی مصر مثلا علی من سواھم وان من فی الشام یفضل اخوتہ ھناک علی غیرھم،وھکذا وھو الا نحلال بعینہ والتفرق المنھی عنہ،واللہ یقول: ”انما المومنون**

اخوۃ" ولم يقيد الاخوة بمكان ، ويقول : "ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة" وأقل ما فيه تفويت فضيلة الايثار) اس کی واضح مثال حدیث: حب الوطن......ہے جس کی تاویل وتوجیہ کرنے کے بعد بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ امت مسلمہ کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں، کیونکہ یہ ایک ملک کے مسلمان کو دوسرے ملک کے مسلمانون پر فضیلت دینا ہے اور یہی تشتت اور افتراق ہے جس کی اسلام میں ممانعت ہے۔ نیز اللہ جل شانہ فرماتا ہے: مومنین کہیں بھی ہوں بھائی بھائی ہیں۔ دوسری جگہ فرماتا ہے: "اور اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو" اور اگر کچھ نہیں تو کم سے کم اس حدیث کے معنی کو صحیح ماننے کی صورت میں ایثار وقربانی کے جذبہ کو فوت کرنا ضرور ہے (۳۵)

خلاصۂ کلام: (۱) بعض محدثین کرام نے فرمایا: لم اقف علیہ" اور یہ محدثین ان میں سے ہیں جن کو حدیث اور علوم حدیث میں درک حاصل تھا مثلاً امام المحدثین ابن حجر عسقلانی اور امام جلال الدین سیوطی رحمہما اللہ تعالی وغیرہما۔ اور ایسے محدثین اس طرح کا قول کریں تو ان کے قول پر اعتماد کر کے حدیث کے موجود ہونے کی نفی کردی جاتی ہے، لہذا یہ حدیث قائدہ کے مطابق موضوع ہوگی۔

(۲) بعض محدثین عظام نے فرمایا: "لا أصل له عند الحفاظ" اس کا مطلب یہاں پر یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی سند نہیں اور جس حدیث کی کوئی سند نہ ہو محدثین کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۳) بعض اہل فن نے فرمایا: حب الوطن۔۔۔۔۔۔یہ حدیث موضوع ہے اور بعض نے فرمایا: یہ حدیث ہی نہیں ہے، اور بعض نے کہا: زمانہ ماضی کے کسی شیخ کا قول ہے۔ ان سب کا معنی یہی ہے کہ یہ حضور ﷺ کا قول نہیں ہے۔

(۴) بعض علمائے حدیث نے فرمایا: حب الوطن۔۔۔۔۔۔اس حدیث کا معنی صحیح ہے. مگر علمائے کرام نے ان کے قول کو رد کر دیا جیسا کہ امام ملا علی قاری اور علامہ منوفی رحمہما اللہ وغیرہما کا رد اس حدیث کے معنی صحیح کہنے والوں پر گزرا۔

(۵) علمائے محدثین متفق ہیں کہ یہ حدیث **"حب الوطن من الايمان"** ان الفاظ کی ساتھ موضوع ہے۔

حديث کا حکم: ان تمام اقوال کی روشنی میں اس حدیث کا حکم بیان کرنے کے لئے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ **"حب الوطن من الايمان"** ان الفاظ کے ساتھ کسی حدیث کا وجود نہیں، لہذا یہ حدیث موضوع ہے۔ کیونکہ جمہور علمائے حدیث کی آراء واقوال سے یہی ظاہر ہو رہا ہے۔ نیز اس کا معنی بھی درست نہیں کیونکہ وطن کی محبت اور ایمان کے درمیان تلازم نہیں جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا، اور یہی میری ناقص رائے میں راجح اور درست ہے۔ لہذا اس حدیث کو حب وطن پر حجت بنا کر پیش نہیں کرنا چاہئے۔

نیز وطن سے محبت کرنے پر دلالت کرنے والی اس موضوع حدیث "حب الوطن"۔۔۔ کے علاوہ بعض صحیح یا اس باب مین قابل احتجاج حدیثیں موجود ہیں جو وطن کو محبوب رکھنے پر دلالت کرتی ہیں، لہذا موضوع حدیث کو استدلال میں پیش کرنے کے بجائے انہیں قابل قبول احادیث کو بیان کیا جائے، ان میں سے بعض کا ذکر کرتا ہوں:

بخاری شریف کی حدیث ہے: **حدثنا سعيد بن ابی مريم قال أخبرنا محمد بن جعفر قال أخبرنی حميد أنه سمع أنسا رضى الله تعالىٰ عنه يقول: كان رسول الله اذا قدم من سفر فأبصر**

درجات المدينة أوضع ناقته وان كانت دابة حركها۔۔۔وفيه دلالة على فضل المدينة وعلى مشروعية حب الوطن والحنة اليه۔

ترجمہ:انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:جب حضور نبی کریم ﷺ کسی سفر سے آتے تو مدینہ شریف کی اونچی سڑکیں اور منزلیں دیکھ کر خوش ہوتے اور اونٹنی تیزی سے اس کی طرف دوڑا دیتے تھے،اور اگر کوئی دوسرا جانور ہوتا تو اس کو حرکت دیتے۔۔۔۔۔۔۔علامہ بدر الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اس حدیث میں مدینہ شریف کی فضیلت اور وطن سے محبت کے جواز پر واضح دلالت ہے۔﴿۳۶﴾

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے:**حدثنا ابی حدثنا ابن ابی عمیرقال : قال سفیان فسمعناه عن مقاتل منذ سبعین سنة عن الضحاک قال : لما خرج النبی ﷺ من مكة فبلغ الجحفة اشتاق الى مكة، فانزل الله تبارک وتعالىٰ عليه القرآن ﴿رادک الى معاد﴾ الى مكة۔**

ترجمہ:ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:جب حضور نبی کریم ﷺ مکہ سے نکلے اور مکان جحفہ پہونچے تو آپ کو مکہ شریف کی جانب رغبت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی **"ان الذی فرض عليک القرآن لرادک الى معاد"** ﴿۳۷﴾ترجمہ:(بیشک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمہیں پھیر جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو۔یعنی مکہ کی طرف)(۳۸)

تیسری حدیث میں ہے:**عن ابن شهاب قال قدم أصيل الغفاری قبل ان يضرب الحجاب على أزواج النبی ﷺ فدخل على عائشة رضی الله عنها، فقالت له : يا أصيل كيف عهدت مكة قال: قدأخصب جنابها، وابيضت بطحائها قالت : أقم حتى ياتيک النبی ﷺ فلم يلبث أن دخل النبی ﷺ فقال له يا أصيل كيف عهدت مكة قال: والله عهدتها قد أخصب جنابها وابيضت بطحاؤها و أغدق اذ خرها وأسلت ثمامها و أمش سلمها فقال : حسبک يا أصيل لا تحزنا۔ أمش سلمها : يعنی نواميه الرخصة التی فی الطراف اغصانه الا ذ خر: حشيشة طيبة الرائحة تسقف بها البيوت فوق الخشب.**

ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اُصیل غفاری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات پر حجاب فرض ہونے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے پاس تشریف لائے تو آپ نے اُصیل غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا مکہ کو کیسا پایا تو آپ نے بعض اوصاف بیان فرمایا، پھر حضور ﷺ آئے اور آپ نے بھی پوچھا کہ مکہ کو تم نے کیسا پایا تو آپ نے کچھ اوصاف بیان کئے تو آپ دل برداشتہ ہوئے اور فرمایا:اصیل بس کرو ہمیں مکہ شریف کے اوصاف بیان کرکے غمزدہ نہ کرو﴿۳۹﴾

ان احادیث سے پتہ چلا کہ وطن سے محبت کرنا درست ہے،البتہ یہ محبت وچاہت ایمان کی علامت نہیں جیسا کہ حدیث **"حب الوطن ۔۔** کے معنی کو صحیح ماننے سے لازم آتا ہے۔کیونکہ وطن سے محبت اور ایمان کے درمیان تلازم نہیں،ایسا ہوسکتا ہے کہ وطن سے محبت ہو مگر ایمان کا وجود نہ ہو،جیسا کہ کفار ومشرکین کو وطن سے محبت ہوتی ہے مگر یہ محبت ایمان سے خالی و عاری ہوتی ہے،لہذا شریعت

اسلامیہ میں وطن سے محبت کی سماحت ہے مگر یہ محبت ایمان کی علامت ہو۔اس طور سے کہ جہاں جہاں وطن سے محبت پائی جائے وہاں وہاں ایمان کا وجود ہو۔ایسا نہیں ہے۔

از ہار احمد امجدی

کلیۃ اصول الدین: قسم الحدیث

جامعۃ الازہر الشریف مصر

mobile no:0020118176687

email address:azharmisbahi@yahoo.co.in

⟨۱⟩⟨نزهة النظر فی شرح نخبة الفكر لابن حجر العسقلانی ص ۳۱ تحقیق: حمدی الدمرداش، مكتبة نزار مصطفى الباز ،الرياض⟩

⟨۲⟩⟨ التحقیق والایضاح لمحمد ابو عمارة ص ۴۵۔۴۸⟩

⟨۳⟩⟨ نزهة النظرشرح نخبة الفكر ص ۳۲⟩

⟨۴⟩⟨تدریب الراوی لجلال الدین السیوطی ص ۲۴۳۔۲۴۹، تحقیق: محمد ایمن بن عبدا لله ، مطبع دار الحدیث⟩

⟨۵⟩ ⟨فتح المغیث للسخاوی ج ۳ص ۳۵، تحقیق: مجدی فتحی السید ،المكتبة التوفیقیة⟩

⟨۶⟩⟨الدرر المنتثرة فی الأحادیث المشتهرة لجلال الدین السیوطی ج ۱ ص ۹⟩

⟨۷⟩⟨ اللؤلؤ المرصوع فیما لا أصل له او باصله موضوع للقاوقجی ص ۷۶، تحقیق: فواز احمد زبیرلی ، مطبع :دار البشائر الاسلامیة⟩

⟨۸⟩⟨الفوائد الموضوعة فی الاحادیث الموضوعة لمرعی بن یوسف الكرمی ص ۱۰۳، تحقیق: محمد الصباغ⟩

⟨۹⟩⟨النخبة البهیة فی الاحادیث المكذوبة للأمیر المالكی ج ۱ ص ۵۲⟩

⟨۱۰⟩⟨الغماز علی اللماز فی الموضوعات المشهورات للسمهودی ص:۹۷ تحقیق: محمد عبد القادر العطار مطبع:دار الكتب العلمیة بیروت لبنان⟩

(۱۱)(مختصر المقاصد الحسنة للزرقانی ص:۱۱۱ تحقیق: محمد الصباغ المکتب الاسلامی بیروت)

(۱۲)(تدریب الراوی ، النوع الثانی والعشرون ص۲۵۷)

(۱۳)(نفس المرجع النوع الحادی والعشرون ص ۲۴۱)

(۱۴)(تـنـزیة الشـریـعة المرفوعة لابن عراق الکتانی ج ۱ ص ۱۳)(مقدمة المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع للملاعلی القاری ص ۲۵،۲۷،۳۸،۴۲. مطبع مکتب المطبوعات الاسلامیة)

(۱۵)(المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع ص ۹۱)

(۱۶)(التهانی فی التعقیب علی موضوعات الصغانی لعبد العزیز ص ۲۵ مطبع:دار الأنصار بالقاهرة)

(۱۷)(تدریب الراوی ، النوع الثانی والعشرون ص ۲۵۷)

(۱۸)(مقدمة المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع)

(۱۹)(نفس المرجع)

(۲۰)(تهذیب التهذیب لابن حجر ج ۱۱ ص ۴۷ کـا دار الفکر)(میزان الاعتدال للذهبی ج۴ص ۳۰۲)مطبع: دار المعرفة لبنان)

(۲۱)(مقدمة المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع" ص۱۷،۲۳)

(۲۲)(موضوعات الصغانی ص۴۷، تحقیق: نجم عبد الرحمن خلف)

(۲۳)(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح للملا علی القاری، ج۵ص ۳۱۶)

(۲۴)(أسنی المطالب فی أحادیث مختلفة المراتب للحوت ص۹۵،مطبع: المکتبة التجاریة الکبریٰ ،مصر)

(۲۵)(الجد الحثیث فی بیان ما لیس بحدیث للعامری ، ج ۱،ص ۸۵) أصل

(۲۶)(الاسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة للملا علی القاری ص ۱۸۰ تحقیق: محمد الصباغ مطبع: دار الامانة بیروت)

(۲۷)(المقاصد الحسنة ص ۱۸۳ تحقیق: عبد الله محمد الصدیق ، مطبع : مکتبة الخانجی ، مصر)

(۲۸)(تمییز الطیب من الخبیث للشیبانی الشافعی ص۲۸:دار الکتب العربی بیروت)

(۲۹)(تـذکـرۃ الـموضوعات للفتنی ، ص ۱۱ ،کتاب التوحید، مطبع دار احیاء التراث العربی، لبنان)

(۳۰)(کنز الایمان ،جزء۵، سورۃ النساء ، آیۃ ۶۶)

(۳۱)(کنز الایمان ،جزء ۲، سورۃ البقرۃ ، ۲۔ آیۃ ۲۴۶)

(۳۲)(کشف الـخفاء و مزیل الالباس عما اشتهر من الاحادیث علی ألسنۃ الناس للعجلونی، ج۱ص ۲۱۴، تحقیق: أحمد القلاش ، مطبع : دار التراث ، مصر)

(۳۳)(الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ ص۱۸۰)

(۳۴)(التهانی علی موضوعات الصغانی،ص۵۶)

(۳۵)قـواعـد التـحدیث من فنون مصطلح الحدیث لمحمد جمال الدین القاسمی،ص۱۲۱،دار النفائس، بیروت۔

(۳۶)عمدۃ القاری للعینی، باب من اسرع ناقتہ اذا بلغ المدینۃ، ج۱۵ص۲۳۹)

(۳۷)(تفسیر ابن ابی حاتم، قولہ تعالیٰ: رادک الی معاد، ج ۹سورۃ القصص ص: ۳۰۲۶)

(۳۸)(کنز العمال جزء۲۰ سورۃ القصص ۲۸، آیۃ ۸۵)

(۳۹)(أخبـار مـکۃ وما جاء فیها من الآثار لابی الولید محمد بن عبد اللہ الازرقی ،تذکر النبی ﷺ و أصحابہ مکۃ،ج۲ص ۱۵۵، دار الاندلس بیروت)